ملایا میں اسلام اور مملکت کا باہمی تعلق

انچے ایم سفیان ہاشم

۳۱ اگست سنہ ۱۹۵۷ء کو وفاق ملایا نے آزادی حاصل کی، ساتھ ہی اس وفاق کا دستور نافذ ہوا، جس کی رو سے اسلام تمام وفاق کا سرکاری مذہب قرار دےدیا گیا۔ قبل ازیں اسلام صرف ملایا کی ریاستوں (۱) کا سرکاری مذہب تھا۔ اور پنانگ اور ملاکا کے وہ سابقہ علاقہ‌جات جو تاج برطانیہ کی نوآبادیات میں شامل تھے، ان میں اسلام کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔

ریڈ (Reid) دستوری کمیشن (۲) جس وقت موجودہ وفاقی دستور کا مسودہ تیار کر رہا تھا اس وقت یہ مسئلہ اس کے زیر غور آیا تھا کہ آیا وفاقی دستور میں کوئی ایسی دفعہ شامل کی جائے جس کی رو سے وفاق کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا جا سکے۔ اس امر پر سب کا کلیۃً اتفاق تھا کہ اگر مجوزہ دستور میں اس قسم کی کوئی دفعہ شامل کی جائے تو یہ بات بھی بالکل واضح کر دی جائے کہ دستور کی یہ دفعہ کسی اعتبار سے غیر مسلموں کے شہری حقوق پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ برسر اقتدار سیاسی جماعت "اتحاد" (Alliance)(۳) نے کمیشن کو جو یادداشت پیش کی تھی اس میں یہ مرقوم تھا کہ "وفاق ملایا کا مذہب اسلام ہی ہوگا۔ مگر اس اصول کی پابندی کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ غیر مسلم باشندوں پر ان کے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے سلسلہ میں پابندیاں عائد کردی جائیں گی، نہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وفاق ایک لادینی ریاست نہیں ہے"۔ چنانچہ کمیشن نے دستوری مسودہ میں ایک ایسی دفعہ شامل کی جس کی رو سے حسب حالت سابقہ ملایا

کی صرف ریاستوں میں غیر مسلموں کے انفرادی شہری حقوق کو غصب یا مجروح کئے بغیر اسلام کو تسلیم کرلیا گیا تھا - (مگر وفاق میں اس کی حیثیت کیا ہوگی ؟ اس کا کوئی ذکر نہ تھا) - کمیشن کے اراکین کی اکثریت نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سب سے زیادہ مناسب بات یہ ہوگی کہ اس معاملہ کو علیٰ حالہ چھوڑ دیا جائے بالخصوص اس لئے کہ والیان ریاست کے مشیر مسٹر نیل لوسن ، کوئنز کونسلر (Mr. Neil Lawson, Q. C.) نے یہ کہا تھا کہ " والیان ریاست کی یہ سوچی سمجھی ہوئی رائے ہے کہ یہ مناسب نہ ہوگا کہ دستور میں کوئی ایسا اعلان شامل کیا جائے، جیسا کہ تجویز کیا گیا ہے، کہ اسلام وفاق کا سرکاری مذہب ہوگا - والیان ریاست دستور میں کسی ایسی تجویز یا اعلان کی شمولیت کی تائید میں قطعاً نہیں ہیں۔ یہ ایک واضح ہدایت ہے جو مجھے دی گئی ہے جس کی تشکیل میں میں نے ذاتی طور پر بہت کم حصہ لیا ہے۔"

برخلاف ازیں کمیشن کے پاکستانی رکن مسٹر جسٹس عبدالحمید کا یہ خیال تھا کہ چونکہ برسر اقتدار سیاسی جماعت کی یہ سفارش بہ اتفاق آراء ہے، لہذا اس کو منظور کر لینا چاہئے - انھوں نے اپنی اقلیتی رپورٹ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس قسم کی دفعہ دنیا کے کم از کم ۱۵ ممالک کے دستوروں میں موجود ہے۔ وہ عیسائی ممالک جہاں ایسی دفعہ دستور میں شامل کی گئی ہے یہ ہیں:- آئیرلینڈ (دفعہ نمبر ۶)، ناروے (دفعہ نمبر ۱)، ڈنمارک (دفعہ نمبر ۳)، اسپین (دفعہ نمبر ۶)، ارجنٹائن (دفعہ نمبر ۳)، بولیویا (دفعہ نمبر ۳)، پناما (دفعہ نمبر ۳۶)، اور پراگوائے (دفعہ نمبر ۳) - جن مسلم ممالک کے دستوروں میں ایسی دفعہ شامل ہے یہ ہیں :— افغانستان (دفعہ نمبر ۱)، ایران (دفعہ نمبر ۱)، عراق (دفعہ نمبر ۳)، اردن (دفعہ نمبر ۲)، سعودی عرب (دفعہ نمبر ۷) اور شام (دفعہ نمبر ۳) - تھائی لینڈ میں بدھ مت کو بادشاہ کا لازمی مذہب قرار دیا گیا ہے اور بادشاہ کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ مذہب کی حمایت کرے (دستور تھائی لینڈ ، دفعہ نمبر ۷) - مسٹر جسٹس عبدالحمید نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ اگر مذکورہ بالا ممالک کے دستوروں میں حکومت کا مذہب متعین کردینا کسی کے لئے باعث زحمت نہیں بنا تو اس قسم کی دفعہ کو ملایا کے لئے دستور

میں شامل کرنے میں کیا قباحت ہے؟'' انہوں نے آگے چلکر مزید فرمایا کہ ''اس قسم کی ایک دفعہ ملایا کی تمام ریاستوں کے دستوروں میں پہلے ہی سے موجود ہے - جس چیز کی اب ضرورت ہے وہ صرف یہ ہے کہ ریاستی دستوروں سے اس دفعہ کو لیکر وفاقی دستور میں مدغم کردیا جائے''(۴) -

والیان ریاست نے پہلے تو اس قسم کی دفعہ کو نئے وفاقی دستور میں شامل کرنے کی مخالفت کی، اس لئے کہ ان کے دستوری مشیروں نے ان سے یہ کہا تھا کہ اگر وفاق کا کوئی سرکاری مذہب متعین کر لیا گیا، تو مجوزہ وفاق کا سربراہ اعلیٰ(۵) از خود سرکاری مذہب کا بھی سربراہ ہو جائے گا - سابقہ دستور کی رو سے ہر ریاست کا والی اپنی ریاست میں سرکاری مذہب کے سربراہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے - اب اگر نئے دستور کے تحت مجوزہ وفاق کا سربراہ اعلیٰ وفاق کے سرکاری مذہب کا سربراہ قرار پایا تو اس سے لازماً تصادم کی شکل پیدا ہوگی - بہرکیف برسراقتدار '' اتحاد پارٹی '' (Alliance) کی جانب سے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ اس دفعہ کا مدعا یہ نہیں کہ والیان ریاست میں سے کسی کی بھی اس حیثیت کو مجروح کیا جائے جو انہیں اپنی ریاست میں سربراہ اسلام ہونے کی بناء پر حاصل ہے - بلکہ اسلام کو وفاق کا سرکاری مذہب قرار دینے کی بنیادی غایت یہ ہے کہ سرکاری تقریبات، یعنی رسم تنصیب، یوم پیدائش سربراہ اعلیٰ، یوم استقلال اور اسی قسم کے دیگر مواقع پر اسلامی طریقے کے مطابق دعائیں مانگی جائیں اور اسلامی انداز میں تقریبات منعقد کی جائیں -

وفاقی دستور

آخرکار والیان ریاست نے اتحاد پارٹی (Alliance) کی یہ توضیح قبول کر لی- چنانچہ وفاقی دستور کی دفعہ نمبر ۳ کی رو سے وفاق ملایا کا مذہب اسلام قرار دے دیا گیا - سابقہ روایات کے مطابق اس دفعہ میں آگے چلکر یہ بھی درج کر دیا گیا ہے کہ وفاق ملایا کے ہر حصہ میں دیگر مذاہب پر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ کاربند رہنے کی عام اجازت ہوگی - والیان ریاست نے جو مطالبات کئے تھے ان کو تسلیم کرتے ہوئے مذکورہ دفعہ میں یہ بھی شامل کرلیا گیا کہ ہر ریاست میں وہاں کے والی کی مسلمانوں کے مذہبی سربراہ ہونے

کی حیثیت کو علی حالہ اسی انداز اور اسی حد تک برقرار رکھا جائیگا اور تسلیم کیا جائیگا جسکا اظہار اور اندراج اس ریاست کے دستور میں کیا گیا ہے۔ اور اسی دستور کی رو سے وہ تمام حقوق، مراعات، اختیارات، اور شاہی استحقاق، جو اس حکمران کو مذہبی سربراہ کی حیثیت سے حاصل ہیں برقرار رہیں گے - ان پر اس وفاقی دفعہ کا اثر نہیں پڑےگا اور ان میں کسی کمی و بیشی کا کوئی احتمال نہیں۔

ملایا کی آزادی سے قبل ریاستوں کے لئے عملی طور پر یہ بات ضروری محسوس کی گئی تھی کہ ساری ریاستیں مذہبی معاملات میں صلاح مشورے کے بعد متفقہ طور پر کارروائی کریں - مثال کے طور پر ماہ رمضان کے اول اور آخری روزے کے دن کا تعین (۹)۔ اب موجودہ دستور کے تحت اصولاً تو ہر والی اپنی ریاست کی حد تک اس معاملہ میں کلی طور پر مختار ہے اور جس طرح اس کا دل چاہے وہ اس قسم کے معاملات طے کرسکتا ہے۔ مگر مناسب یہی سمجھا گیا کہ وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو یہ اختیار دےدیا جائے کہ بعض مخصوص رسومات، تہوار اور کارروائیوں کے سلسلے میں وہ ہر والی ریاست کی نمائندگی کے فرائض انجام دے سکیں - چنانچہ نئے وفاقی دستور کی دفعہ نمبر ۳ کے شق نمبر ۲ میں اب یہ بات شامل کردی گئی ہے کہ اگر والیان ریاست کی کانفرنس نے یہ طے کرلیا کہ بعض اقدامات، رسوم اور تہواروں کا انعقاد وفاق کے دائرۂ اختیار میں من حیث المجموع دیدیا جائے، تو ہر والی ریاست کو چاہئے کہ وہ اپنی ریاست کے مسلمانوں کے مذہبی سربراہ کی حیثیت سے وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو اپنی نمائندگی کا اختیار سونپ دے۔ چنانچہ مختلف ریاستی دستوروں کی دفعات میں مناسب ترمیم کردی گئی ہے - ان اختیارات کے استعمال کی تازہ ترین مثال یہ تھی کہ والیان ریاست نے وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو یہ اختیار دیا کہ وہ مسلح افواج کے لئے دینی اساتذہ کے تقرر کےسلسلہ میں تولیت نامے، یعنی اجازت نامے، (۷) جاری کریں - مگر ان اساتذہ کا انتخاب ان کی اپنی اپنی ریاستوں کے والیوں نے کیا تھا - بالعموم ایسے تولیت ناموں پر اسی ریاست کے والی کے اپنے دستخط ہونے ضروری سمجھے جاتے ہیں، جس ریاست کے حدود میں وہ استاد دینی تعلیم یا وعظ و رشد کا کام سرانجام دے رہا ہو لیکن یہ اساتذہ چونکہ وفاقی افواج سے منسلک ہونگے اس لئے زیادہ آسانی اس

بات میں سمجھی گئی کہ وہ ایسے تولیت نامے حاصل کریں جو سارے وفاقی حدود میں کارآمد ہوسکیں -

پشت ہا پشت سے ملایا میں مختلف نسلی گروہ نہایت سکون کے ساتھ اور بغیر کسی تلخی کے، زندگی گذارتے چلے آرہے ہیں اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ یہاں کوئی ایسا غیر معمولی اور شدید قسم کا مطالبہ بھی نہ تھا کہ مجوزہ نئی آزاد ریاست کو ایک ''اسلامی ریاست'' ہونا چاہئیے۔ یہ صورت حال پاکستان سے قطعاً مختلف ہے جو دستوری طور پر ایک لادینی ریاست نہیں بلکہ '' اسلامی جمہوریہ '' ہے۔ پاکستان نے اپنے دستور میں بالکل واضح طور پر یہ صراحت کردی ہے کہ ہر وہ قانون جو پاکستان کی پارلیمینٹ منظور کرے گی اگر شریعت اسلامیہ کے منافی ہوا تو کالعدم متصور ہوگا۔ اس قسم کی دور رس دفعات ملایا کے وفاقی دستور میں شامل نہیں کی گئی ہیں -

موجودہ وفاقی دفعہ نمبر۳ کی شق نمبر ۱ میں تو واضح طور پر اس امر کی آزادی دی ہی گئی ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب پر بھی وفاقی حدود کے ہر علاقے میں نہایت پرامن طریقے سے اور بڑے اطمینان کے ساتھ عمل کیا جاسکتا ہے ۔ اس شق کے علاوہ اور بھی ایسی دفعات شامل کی گئی ہیں ، جو مذہبی رواداری کے اس جذبہ کو مزید تقویت دیتی ہیں، جو ملک میں ہمیشہ سے موجود ہے ۔ مثال کے طور پر دفعہ نمبر ۸ شق نمبر ۲ میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وفاق کے شہریوں کے مابین مذہبی وجوہات کی بناء پرکسی معاملہ میں امتیاز و تفریق روا نہیں رکھی جائے گی، خواہ وہ معاملہ قانون سازی کا ہو ، یا کسی عہدہ پر تقرر کا ہو یا اس کا تعلق حکومت کی ملازمتوں کے حصول سے ہو ، یا کسی ایسے قانون کے نفاذ سے ، جس کا تعلق تحصیل اراضی ، جائیداد پر مالکانہ تصرف ، یا اس کی فروخت سے ہو، یا تجارت و کاروبار ، پیشہ، مشغلہ ، یا روزگار سے ہو، ماسوا ان امور کے جنکی تصریح اس دستور میں کردی گئی ہے - '' ملایا کی ریاستوں کے دستوروں کی دفعات میں یہ دفعہ بھی شامل تھی کہ وزیر اعلیٰ (Mentri Besar) کوئی ملائی مسلمان ہی مقرر ہو سکتا ہے لیکن حصول آزادی کے بعد ان دفعات میں ایسی

ترمیم کردی گئی ہے، جس سے والی ریاست کو کسی غیر مسلم وزیر اعلیٰ کے تقرر کا بھی اختیار حاصل ہو گیا ہے، بشرطیکہ والی ریاست اس فیصلہ پر پہنچ جائے کہ وہ شخص جس کا وہ تقرر کر رہا ہے ریاستی مجلس (اسمبلی) کے اراکین کی اکثریت کا اعتماد حاصل کرے گا -

عملی طور پر وفاق کا سربراہ اعلیٰ لازماً مسلمان ہوگا - اس لئے کہ اس کا انتخاب والیان ریاست کریں گے جو سب کے سب مسلمان ہیں - لیکن دستور میں کوئی ایسی دفعہ شامل نہیں کی گئی جس کی رو سے یہ لازمی قرار دیدیا گیا ہو کہ کوئی وزیر یا وفاقی حکومت کا کوئی اعلیٰ افسر بشمول سربراہ اعلیٰ مسلمان ہی ہوگا، یا یہ کہ ان عہدوں کے لئے کسی مخصوص مذہب کا حامل ہونا ضروری ہے (۸) چنانچہ موجودہ کابینہ میں چینی اور ہندوستانی نسل کے غیر مسلم افراد بھی شامل ہیں -

دفعہ نمبر ۱۱ واضح طور پر بتاتی ہے کہ ہر شخص اپنا مذہب اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا پورا پورا حق رکھتا ہے اور مندرجہ ذیل مستثنیٰ امر کے علاوہ مذہبی تبلیغ کے سلسلہ میں بھی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی - کسی شخص کو کسی ایسے ٹیکس کی ادائیگی پر بھی مجبور نہیں کیا جائے گا جو کلی یا جزوی طور پر اس شخص کے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہبی مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا ہو - ہر مذہبی گروہ اپنے معاملات کی دیکھ بھال کا خود حق رکھتا ہے اور اس کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہبی یا خیراتی مقاصد کے تحت قائم کئے ہوئے اداروں کی دیکھ بھال کر سکے، ان کا انتظام کرے، انہیں قائم کرے، اس مقصد کے لئے جائیداد حاصل کرکے اس پر قبضہ و تصرف رکھے اور قانون کے مطابق ان کا انتظام چلائے - مذہبی تبلیغ کے سلسلے میں مذکورہ بالا مستثنیٰ امر یہ ہے کہ (وفاقی نہیں بلکہ) ریاستی قانون دین اسلام کے پیروؤں میں دینی عقیدے یا نظرئیے کی اشاعت پر پابندی عائد کر سکتا ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاستی قوانین مسلمانوں میں مندرجہ ذیل قسم کی تبلیغ پر پابندی یا نگرانی قائم کر سکتے ہیں -

(الف) کسی قسم کا غیر اسلامی مذہبی نظریہ یا عقیدہ ——— اور

(ب) کسی قسم کا اسلامی ' مگر سواد اعظم کے عقائد کے خلاف مذہبی نظریہ یا عقیدہ کی تبلیغ - اب تک صرف ملاکا کی ریاست میں ریاستی قانون اس امر کا منظور ہوا ہے کہ اول الذکر یعنی شق (الف) کی مذکورہ بالا حد تک پابندی اور نگرانی قائم کی جائے (۹) - اصولی طور پر عیسائی تبلیغی ادارے دیگر مقامات پر مسلمانوں میں تبلیغی کام کر سکتے ہیں - لیکن عملاً وہ ایسا نہیں کرتے - بہر حال ایسے ریاستی قوانین موجود ہیں جو مذہب اسلام کے کسی مخصوص عقیدے یا نظریہ کی تعلیم دینے کو بغیر تحریری اجازت حاصل کئے ممنوع قرار دیتے ہیں بجز اس حالت کے کہ کوئی اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنے اہل خانہ کو اس کی تعلیم دے رہا ہو۔ (۱۰) اس قانون کے تحت یہ چیز ایک قابل تعزیر جرم بھی قرار دیدی گئی ہے کہ کسی ایسے نظریہ یا نصب العین کی جو شریعت اسلامیہ کے منافی ہو تعلیم دی جائے، یا برسر عام تبلیغ و تشریح کی جائے خواہ وہ کسی انداز سے ہو (یہ پابندیاں صرف مسلمانوں کی حد تک ہیں) غیر مسلموں میں عیسائی تبلیغی ادارے بڑی آزادی کے ساتھ بغیر کسی قانونی یا سماجی مزاحمت کے، اپنی کارروائیوں میں مشغول رہتے ہیں -

دفعہ نمبر ۱۲ میں یہ کہا گیا ہے کہ '' صرف مذہبی بنیاد پر کسی شہری کے ساتھ کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا - ...... نہ تو (الف) کسی ایسے تعلیمی ادارے کے نظم و نسق میں جو سرکاری اہتمام و نگرانی میں چل رہا ہو - بالخصوص طلباء اور شاگردوں کے داخلے کے ضمن میں یا فیسوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں - نہ (ب) کسی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم طلباء کی اس رقم میں سے مالی امداد کے سلسلہ میں جو سرکاری خزانے سے اس کام کے لئے مخصوص کی گئی ہو - (خواہ وہ تعلیمی ادارہ سرکاری نگرانی میں چل رہا ہو یا نہیں، خواہ وہ اندرون یا بیرون وفاق ہو)''- اس دفعہ میں یہ بھی درج ہے کہ '' ہر مذہبی گروہ کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے مذہبی معتقدات کی روشنی میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ادارے قائم کرکے انہیں چلائے اور جہاں تک ان اداروں سے متعلق قواعد و ضوابط کا تعلق ہے ان میں محض مذہبی بنیاد پر کسی قسم کی کوئی امتیازی ترجیحی بات شامل

نہیں کی جائے گی - نہ ان قوانین و ضوابط کے تدوین و تنظیم میں یہ پہلو روا رکھا جائیگا "۔ "کسی شخص کے لئے (تعلیمی ادارے میں) یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تعلیم حاصل کرے یا اس کی رسوم یا عبادات میں حصہ لے "۔

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلام کمیونزم کی تبلیغ و تشہیر کا، بالخصوص ملایا کے دیہی علاقوں میں، سد باب کرتا ہے اور یہ کہ ان لوگوں میں کمیونزم کی جڑیں استوار ہیں جو کسی دینی نظام حیات کے قطعاً یا چندان، پابند نہیں - اس خیال کے پیش نظر بعض ریاستی حکومتوں نے تنخواہ دار مذہبی معلمین کی تعداد میں معتد بہ اضافہ کردیا ہے - مگر بہر طور ریاستی حکومتیں ناکافی مالی وسائل کی وجہ سے اپنے آپ کو بے بس اور معذور سمجھتی ہیں - اس امر کا بھی پتہ چلا ہے کہ سنہ ۱۹۴۸ء کے قدیم وفاقی معاہدے کے تحت وفاقی حکومت دستور کی رو سے انہیں ضروری مالی وسائل فراہم کرنے سے قاصر تھی - لیکن اب دستور کی دفعہ ۱۲ شق ۲ میں بالوضاحت یہ درج کردیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت مسلمانوں کے مذہبی اداروں کے قیام و بقاء کے لئے ضروری مالی وسائل فراہم کریگی -

"یوم استقلال" سے قبل پنانگ اور ملاکا

آزادی سے قبل پنانگ اور ملاکا کا کوئی سرکاری مذہب نہ تھا - مگر ملکہ معظمہ کے دائرہ اختیار میں واقع برطانوی نوآبادی ہونے کی وجہ سے وہاں کلیسائے انگلستان کو ایک خصوصی حیثیت حاصل تھی - حکومت پنانگ کلیسا کے مالیاتی فنڈ میں آٹھ ہزار ڈالر سالانہ امداد دیا کرتی تھی - لیکن آزادی کے بعد پہلے سال کے دوران ہی یہ امداد بند کردی گئی - خود گرجا کی عمارت شاہی ملکیت کی قطعہ آراضی پر بنی ہوئی تھی - جس سے تعرض نہیں کیا گیا - ملاکا میں کلیسائی امداد کے نام سے جو رقومات سالانہ دی جاتی تھیں - ان کی تفصیل یہ ہے :- سنہ ۱۹۴۸ء سے سنہ ۱۹۵۰ء تک ہر سال : ۳۷۰۰ ڈالر - سنہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۵ء تک ہر سال ۵۷۰۰ ڈالر - سنہ ۱۹۵۶ء سے سنہ ۱۹۵۸ء تک ہر سال ۵۸۰۰ ڈالر - یکم جنوری سنہ ۱۹۵۹ء سے یہ مالی امداد بند کردی گئی - ملاکا شہر

میں کلیسا کی عمارت شاہی ملکیت کے قطعۂ زمین پر تھی (۱۱) اور اسے ایک سرکاری عمارت کی حیثیت دے دی گئی تھی - وھاں کا بڑا پادری سرکاری حیثیت رکھتا تھا - کسی اور مذھب کو نوآبادی میں نہ اس قدر اھمیت حاصل تھی نہ توقیر - اگرچہ ھر شخص کو اس کا حق حاصل تھا کہ وہ جو مذھب چاھے اختیار کرے اس پر عمل پیرا ھو اور اس کی تبلیغ و تلقین کرے-

اسلام کے پیروؤں کے لئے دو آرڈیننس نافذ تھے(۱۲) یعنی :-

(الف) مسلم آرڈیننس نمبر (S. S. Cap57) برائے انضباط و ترمیم قوانین متعاقہ مسلمین اور برائے اندراج نکاح و طلاق و خلع''- اور

(ب) ھندو اور مسلم اوقف آرڈیننس (S. S. Cap 175) '' برائے انتظام خیراتی اوقاف ھندو و مسلمانان ''-

اول الذکر آرڈیننس کی رو سے ایک ایسے شخص کا تقرر کیا جاتا تھا جو عموماً ملایائی سول سروس کا کوئی عہدہ دار ھوتا تھا اور رجسٹرار آف مسلم میریجز (Registrar of Muslim Marriages) کہلاتا تھا - سنہ ۱۹۴۸ء سے ایک سینئر (senior) قاضی پنانگ میں اس عہدہ پر فائز تھے- اس قانون کی رو سے ان قاضیوں کا تقرر عمل میں آتا تھا جن کے اھم فرائض یہ تھے :—

رجسٹرار کی عدم موجودگی میں ان کی قائم مقامی کرنا، نکاح اور طلاق کا رجسٹر میں اندراج کرنا، اور اندراجات وغیرہ کے کاموں میں رجسٹرار کا ھاتھ بٹانا - ان قاضیوں کو دیوانی عدالت کے وہ اختیارات بھی عطا کئے جاسکتے تھے جن کی رو سے وہ مقدمات طلاق میں نان نفقہ اور مہر وغیرہ کی ادائیگی کے دعاوی کی چھان بین کرکے فیصلہ صادر کر سکتے تھے - لیکن صرف ان دعاوی کی حد تک جن کی متنازعہ رقم تین سو ڈالر سے زائد نہ ھو، اور ان درخواستوں کی حد تک جو سابقہ نان نفقہ کے لئے کل ڈھائی سو ڈالر سے زائد، اور آئندہ کے نان نفقہ کے لئے ماھانہ ۷۵ ڈالر سے زائد نہ ھوں - انھیں کسی قسم کے فوجداری اختیارات حاصل نہ تھے - اس قانون میں ھر علاقے کے لئے ایک مفتی کے تقرر کا اختیار بھی دیا گیا تھا (۱۳) تاکہ وہ ان تمام امور میں جو اسلامی شریعت سے متعلق ھوں مشورہ دے کر رجسٹرار کی اعانت کرے - آزادی سے

قبل تمام فیصلے ' احکامات ' قوانین رجسٹرار اور قاضیوں کی دیگر کارروائیاں ریزیڈنٹ کمشنر (Resident Commissioner) کے سامنے نظرثانی کے لئے پیش کی جاسکتی تھیں (۲۴) لیکن آزادی کے بعد نظرثانی کا اختیار وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو دے دیا گیا ہے جو ان فیصلوں اور احکامات کو بدل سکتا ہے۔ ان میں ترمیم اور اضافہ کرسکتا ہے۔ مسلمانوں کے شادی بیاہ سے جو اثرات ان کی جائداد پر مرتب ہوتے ہوں ان کے لئے بھی آرڈیننس میں دفعات شامل کردی گئی تھیں۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ پنانگ اور ملاکا میں نہ تو کوئی محکمہ امور مذہبی قائم تھا نہ کوئی ایسی مذہبی کونسل تھی (جیسی کہ ریاست ہائے ملایا میں ہے)۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات کے سلسلے میں حکومت کی مدد کرتی یا اسے مشورہ دیتی۔

پہلی جنگ عظیم سے قبل پنانگ میں کسی قسم کی کوئی ایسی آئینی جماعت یا مجلس نہ تھی جو مسلمانوں کے مذہبی امور میں حکومت کو مشورہ دیتی۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے دوران جب اس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت' یعنی ترکی، برطانیہ ایک دوسرے کے حریف بن گئے۔ تو برطانوی نوآبادیاتی حکومت نے اس میں اپنی بہتری دیکھی اور اسی کو دانائی کا تقاضہ سمجھا کہ ''مسلم مشاورتی بورڈ'' پنانگ میں قائم کرکے مسلمانوں کا تعاون اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرے۔ تاکہ اس قسم کے معاملات میں یہ بورڈ حکومت کو مشورہ دیا کرے۔ مذکورہ بالا بورڈ کی کوئی آئینی حیثیت نہ تھی اس کی تشکیل کا مقصد محض وقتاً فوقتاً ضرورت پڑنے پر حکومت کو مشورہ دینا تھا۔ بالخصوص ان امور کے بارے میں جو مسلمانوں کے مفاد عامہ ' مذہبی عقائد ، اور رسم و رواج سے متعلق ہوں اور مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتے ہوں۔

(الف) قانون سازی (ب) کونسل کے مشورہ سے گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس کے قواعد و ضوابط۔ (ج) کوئی ایسا معاملہ جس کا تعلق مسلم فرقے کی صحت کی ترقی سے ہو۔ (د) کوئی ایسا معاملہ جس کا تعلق مسلم فرقے کی تعلیم کے فروغ سے ہو۔ (ح) کوئی ایسا معاملہ جس کا تعلق مسلم فرقے کی عام فلاح و بہبود سے ہو۔

بورڈ کا صدر ہمیشہ ملایائی سول سروس کا کوئی یورپی عہدہ دار ہوتا تھا ، بالعموم پنانگ کا کلکٹر اس عہدہ پر فائز ہوتا تھا اور نو آبادی میں رہنے والے مسلمانوں کے معززین میں سے حکومت اس بورڈ کے اراکین نامزد کرتی تھی - جاپانیوں کے قبضے کے ابتدائی دور میں اس بورڈ کی جگہ ایک اور بورڈ تشکیل دیا گیا - جس کے فرائض اس سے ملتے جلتے تھے - بعد میں اس کی جگہ مسلم ریلیجس کونسل بنائی گئی لیکن پنانگ پر دوبارہ برطانوی قبضہ ہو جانے کے بعد یہ کونسل ختم ہو گئی اور مسلم مشاورتی بورڈ کا پھر احیاء ہوا - مگر اس بار اس کا صدر ایک مسلمان مقرر ہوا -

ملاکا میں کوئی مسلم مشاورتی بورڈ نہیں تھا - اسلام سے متعلق تمام امور ضلع کے ان قاضیوں اور مفتی کے ذریعے طے ہو تے تھے جو مسلم آرڈیننس کے تحت مقرر کئے جاتے تھے - ملاکا میں اس نظام کی ایک نمایاں اور خصوصی بات یہ تھی کہ وہاں قاضیوں کی کونسل کی ایسوسی‌ایشن کے نام سے ایک سوسائٹی سوسائٹیز آرڈیننس کے تحت عام سوسائیٹیوں کی طرح رجسٹرڈ تھی - اس سوسائٹی کی رکنیت ملاکا کے قاضیوں اور مفتی تک محدود تھی - یہ لوگ جلسے منعقد کیا کر تے تھے - جن میں باھمی دلچسپی کے امور کے بارے میں آپس میں صلاح و مشورہ کر تے تھے - اورماہ رمضان کے پہلے اور آخری روزے کے دن کے تعین ، اور عید الفطر (ھاری رایا پواسا) (Hari Raya Puasa) اور عید الاضحیٰ (ھاری رایا حاجی) (Hari Raya Haji) کے ایام کے تعین میں مدد دیا کر تے تھے - سرکاری تعاون اور حمایت حاصل ہو نے کی وجہ سے یہ نظام کبھی ڈھنگ سے نہ چل سکا اور بالآخر یہ ایسوسی ایشن ٹوٹ گئی - اور سنہ ۱۹۵٦ء میں اس کی رجسٹری کا لعدم قرار دے دی گئی - پنانگ کے نمو نے پر مسلم مشاورتی بورڈ کی تشکیل کی کوشش کی گئی مگر ناکام رہی -

پنانگ اور ملاکا یوم استقلال کے بعد

یوم استقلال کے بعد ان دونوں علاقوں میں صورت حال فی الجملہ وہی رہی جو یوم استقلال سے قبل تھی ، ماسوا مندرجہ ذیل امور کے :-

(الف) دفعه نمبر ۵ شق نمبر ۱ کے تحت اب وفاق کے سر براہ اعلیٰ (۱۰) ان دونوں علاقوں کے مسلمانوں کے مذہبی سر براہ ہیں ۔ اور

(ب) دستور میں بالوضاحت اس امر کا اندراج ہے کہ ریاستی مجلس قانون ساز قانون کے ذریعہ مسلمانوں کے مذہبی امور کی تنظیم ' اور وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو اسلامی امور کے بارے میں مشورہ دینے کے لئے کونسل کی تشکیل کا بندوبست کرے گی ۔ ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۵ شق نمبر ۳ ۔

گو وفاقی دستور میں یہ بات شامل ہے کہ سارے وفاق کا سرکاری مذہب اسلام ہے لیکن نہ تو وفاقی دستور میں ، نہ ریاستی دستور میں کوئی ایسی دفعہ شامل ہے جس کا مضمون یہ ہو کہ پنانگ یا ملاکا کا سرکاری مذہب اسلام ہے ۔ اس کے باوجود مندرجہ بالا دو دستوری مندرجات کی وجہ سے ان دونوں نئی ریاستوں میں اسلام کی حیثیت کو خاصی تقویت پہنچتی ہے ۔

وفاق کے سربراہ اعلیٰ نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی کہ وہ ریاستی دستور کی دفعہ نمبر ۵ شق نمبر ۲ کو ان دونوں ریاستوں میں موثر بنائے اور اس پر عمل در آمد کرنے کے سلسلے میں ضروری اور مناسب اقدامات کا مشورہ دے ۔ اس کمیٹی نے مسلمانوں کے مذہب سے متعلق امور کے بارے میں وفاق کے سربراہ اعلیٰ کو مشورہ دینے کے لئے ہر علاقے میں کونسل کی تشکیل اور اس کے اختیارات کی تعین کے علاوہ اس بات کی بھی سفارش کی ہے کہ ایک محکمہ امور مذہبی قائم کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے مذہبی امور کے سلسلہ میں عام نظم و نسق بحسن کار کرد گی چلایا جا سکے ۔

مجوزہ محکمہ امور مذہبی کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ پنانگ اور ملاکا میں مسلم مذہبی امور کا نظم و نسق چلانے والے مفتی قاضی اور دوسرے اہل کار لازمی طور پر ہمہ وقتی ملازمین سرکار کی حیثیت سے تنخواہ یاب ہو جائیں گے ۔ فی الوقت ان میں سے کسی کو کوئی مشاہرہ نہیں ملتا ۔ اور بعض حلقوں میں ، بالخصوص حقوق نسواں کی حامی خواتین کے حلقے میں ، یہ اصحاب مسلمانوں میں طلاق کی روز افزوں شرح کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں ۔ قاضی اور نائب قاضی گو تنخواہ نہیں پاتے ، لیکن انہیں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ نکاح اور طلاقوں کے رجسٹر میں اندراجات کی فیس وصول

کریں - چنانچہ ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ جانبین میں صلح و صفائی کرا کے اور تنازعہ کو رفع کر کے طلاق کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے - اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جس قدر زیادہ طلاقیں ہوں گی اس قدر ان کی آمدنی میں اضافہ ہوگا - بہر نوع یہ اظہار ضروری ہے کہ سنہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۷ء تک یعنی ۱۰ سال کے اندر ملاکا میں نکاح کی تعداد کے مقابلہ میں طلاقوں کا شرح تناسب ۴.۲۵ فی صد رہا - سارے ملایا میں مسلمانوں میں طلاق کی یہ نسبتاً سب سے کم شرح تھی - اس عرصہ کے دوران پنانگ میں طلاقوں کا تناسب ۵۴ء۳۷ فی صد تھا - ملاکا، جوھور اور سلا نگور کے بعد طلاق کی یہ چوتھے نمبر پر سب سے کم شرح تھی - اس لئے یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا قاضیوں کے معاوضہ کا نظام بدلنے سے کوئی خاطر خواہ اثر پڑے گا یا نہیں - اس لئے کہ ان ریاستوں میں جہاں یہ قاضی طلاقوں وغیرہ کی رجسٹریشن فیس کے محتاج نہیں ہیں وہاں طلاقوں کی شرح مقابلۃً ملاکا بلکہ پنانگ سے بھی کہیں زیادہ ہے -

پنانگ اور ملاکا میں مسلم مذہبی امور سے متعلق ایک اور آرڈیننس کی رو سے اوقاف بورڈ کے نام سے ایک بورڈ قائم کیا گیا ہے جو تین یا اس سے زیادہ کمشنروں پر مشتمل ہوگا - جن میں سے کم از کم ایک حکومت کا افسر ہوگا - یہ بورڈ آراضی یا نقدی کی شکل میں ہبہ کردہ، ان اوقاف کی تنظیم، اہتمام اور نگرانی کرے گا جو مساجد کی دیکھ بھال کے لئے یا مسلمانوں کے مذہبی، خیراتی یا رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے وقف کئے گئے ہوں - جب بھی مسلم اوقاف بورڈ کی جانب سے رپورٹ میں یہ درج ہو کہ :-

(الف) - کوئی وقف بد انتظامی کا شکار ہوچکا ہے،

(ب) کس وقف کے انتظام کے لئے متولی مقرر نہیں ہے، یا

(ج) کس وقف کے بہتر مفاد میں یہ ضروری ہے کہ اس کا انتظام بورڈ سنبھال لے، تو حکومت بہ ایں حالات اس قسم کے وقف کو بورڈ کی نگرانی میں لینے کے احکامات صادر کرسکتی ہے - یہ قانون اب بھی نافذ ہے - اور اگر اس بورڈ کی جگہ کوئی اور بورڈ ترتیب دیا

گیا ، تب بھی اس کی توقع نہیں کہ سوائے ہئیت کے ، کوئی اور تبدیلی واقع ہوگی - زمانہ ماضی میں بورڈ نے اتنے اطمینان بخش طریقہ پر کام کیا ہے کہ ملاکا اور پنانگ کی نو آبادیات سے باھر کے مسلم قائدین اس بورڈ کی کارگذاریوں پر رشک کرتے رہے ھیں - اور اس کی حسن کارکردگی کی وجہ سے بہت سے اوقاف مالا مال ہوگئے ھیں - (۱۶)

ملایا کی ریاستوں میں اسلام کا مرتبہ

آزادی سے قبل ملایا کی ریاستوں میں سے ہر ایک کے دستور میں یہ دفعہ شامل تھی اور اب تک ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے اور ہز ہائنس سلطان ریاست کے مذہبی سربراہ ھیں - ساتھ ھی ان دستوروں میں یہ دفعہ بھی شامل ہے کہ " ریاست کے کسی بھی علاقے میں رہنے والے غیر مسلم اپنے مذہب پر امن و آشتی کے ساتھ کاربند رہ سکتے ھیں - ان پر صرف ایک پابندی عائد کی گئی ہے ، جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے ، یعنی وہ دفعہ جس کی رو سے وہ مسلمانوں میں کسی اور مذہب کی تشہیر و تبلیغ نہیں کرسکتے -

ریاستوں کے دستوروں میں یہ بھی درج ہے کہ(۱۷) تمام ملازمین سرکار' خواہ وہ کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اپنی شرائط ملازمت کے اندر رہتے ہوئے غیر جانبدارانہ سلوک کے مستحق گردانے جائیں گے - البتہ ریاست کے دو اعلیٰ کلیدی عہدہ دار ، یعنی وزیر اعلیٰ (Mentri Besar) اور اسٹیٹ سکریٹری صرف مسلمان ھی مقرر ہو سکیں گے - جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے ، آزادی کے بعد غیر مسلم بھی وزیر اعلیٰ کا عہدہ حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے ریاست کی مجلس قانون ساز میں اکثریت کی حمایت حاصل ہو -

جہاں تک مسلمانوں کے امور مذہبی کے نظم و نسق کا تعلق ہے، ہر ریاست میں اسلامی امور اور ملائی رسوم کی مجلس قائم ہے - اس مجلس کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے - اس کا اہم اور بنیادی کام یہ ہے کہ " وہ والی ریاست کو ان تمام امور کے سلسلے میں مشورہ دے اور اس کی اعانت

کرے جن کا تعلق ریاست کے مذہب اسلام اور ملائی رسم و رواج سے ہے ''۔ بعض مجلسوں کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اختیارات حاصل ہیں ، مثلاً پرلس (Perlis) کیلنتن (Kelantan) ترنگانو (Trengganu) سلانگور (Selangor) نگری سمبیلان (Negri Sembilan) اور پاھنگ (Pahang) میں مجلس کو ہر اس اس معاملے پر ، جس کے سلسلے میں اس سے رجوع کیا جائے ' فتویٰ صادر کرنے کا اختیار ہے۔ پرلس ' کیلنتن ، پیراق (Pearak)' سلانگور ' نگری سمبیلان اور پاھنگ(۱۸) میں اس مجلس کو اوقاف کے نظم و نسق کا ، متوفی مسلمانوں کی وصیت کی تعمیل کرانے ' اور نگران و منظم کی حیثیت سے ان مرحومین کے املاک کا انتظام سنبھالنے کا اختیار بھی حاصل ہے ۔ (ترنگانو میں یہ اختیار محکمہ امور مذہبی کے کمشنر کو حاصل ہے)۔ پرلس اور قدح (Kedah) میں مسلم شرعی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف جو اپیلیں دائر کی جاتی ہیں ' یہ مجلس ان کی سماعت کرتی ہے ۔ کیلنتن میں یہ مجلس ان مسائل کے بارے میں جن کا تعلق اسلامی شریعت و عقائد یا ملائی رسم و رواج کے قوانین سے ہو ' اور جنھیں دیوانی عدالت میں فیصلہ کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہو ، اور جن کے بارے میں دیوانی عدالت مجلس سے رجوع کرے ' اپنی رائے دینے کی مجاز ہے۔

مذہبی مجلس کا بنیادی کام ' چونکہ مشاورتی نوعیت کا ہے ، اس لئے ہر ریاست میں (ما سوا کیلنتن) (۱۹) ایک محکمہ امور مذہبی قائم ہے ' جو ان سارے امور کے روز مرہ کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے جن کا تعلق دین اسلام سے ہو ۔ اس محکمہ کا افسر اعلیٰ جماعت علماء میں سے کبھی نہیں لیا جاتا ۔ اس محکمہ کے بعض افسر مجلس کے بھی رکن ہوتے ہیں ۔ مجلس اور محکمہ کے مابین قریبی تعلق ہوتا ہے ۔ ان محکموں کی اہمیت کا اندازہ ۱۹۵۸ء کے اخراجات کے اس تخمینہ (۲۰) سے لگایا جاسکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے ۔

پرلس	...	...	۱۴۱۷۱۳ — ڈالر
کیلنتن	...	...	۳۴۹۴۳۳ — ڈالر
نگری سمبیلان	...	...	۳۸۴۷۹۹ — ڈالر
پاھنگ	...	...	۴۶۷۳۱۸ — ڈالر

ترنگانو	...	...	۶۷۹۷۲۱ — ڈالر
سلانگور	...	...	۱۱۳۰۲۷۱ —ڈالر
پیراق	...	...	۱۲۳۴۳۵۰ —ڈالر
قدح	...	...	۱۲۶۲۸۰۹ —ڈالر
جوهور	...	...	۲۱۳۳۶۰۷ —ڈالر (۲۱)

ملاکا (۲۲) میں جہاں محکمہ امور مذہبی نہیں ہے دو ہزار ڈالر کی رقم بجٹ میں منظور کی گئی - اس رقم میں حاجیوں کی امداد بھی رکھی گئی تھی -

ہر ریاست میں محکمہ امور مذہبی کے غیر عالم افسر اعلیٰ کے علاوہ ایک اعلیٰ افسر طبقہ' علماء میں سے بھی ہوتا ہے ' جو مفتی کہلاتا ہے ۔ انتظامی امور اس کے فرائض میں شامل نہیں ہوتے ۔ خود فتویٰ دینا یا اس سلسلہ میں مذہبی مجلس کو مدد دینا ، اس کا اصل فرض منصبی ہے -

کیلنتن میں کوئی بھی فرد اسلامی شریعت کے کسی نکتہ پر مجلس سے استفتاء کر سکتا ہے ۔ اس قسم کے استفتاء قانونی کمیٹی سے رجوع کئے جاتے ہیں ، جس کو یہ اختیار حاصل ہے ، کہ وہ چاہے تو اس کا جواب دے۔ چاہے جواب نہ دے - اگر اس کمیٹی کی یہ رائے ہو کہ استفتاء محض فضول ہے یا بعض مخصوص وجوہات کے پیش نظر اس کا جواب دینا نا مناسب ہے ، تو وہ سکوت اختیار کر سکتی ہے - ہر استفتاء کا جواب مجلس کی قانونی کمیٹی کو بہ اتفاق آراء دینا ضروری ہے - اگر کمیٹی بہ اتفاق آراء جواب دینے سے قاصر ہو ، تو پھر پوری مجلس سے رجوع کیا جانا ضروری ہے ۔ مجلس اس معاملے کا فیصلہ کثرت آراء کے ذریعے کرے گی - مخصوص وجوہات کی بناء پر مجلس اس قسم کے متنازعہ فیہ معاملات کو والی ریاست سے رجوع کر سکتی ہے ' تاکہ وہ اس کا فیصلہ کرے ۔ لیکن والی ریاست سے معاملے کو رجوع صرف اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ مفتی اس امر کی درخواست کرے- یہی قانون ، نگری سمبیلان اور سلانگور میں نافذ ہے ۔ (صرف اس فرق کے ساتھ کہ خصوصی وجوہات کی بناء پر خود مجلس ' والی ریاست سے رجوع کر سکتی ہے

نہ کہ مفتی) پاھنگ اور پرلس میں بھی یہی قانون نافذ ہے ۔ مگر وھاں یہ فرق ہے کہ معاملہ قانونی کمیٹی سے نہیں ، بلکہ پوری مجلس سے رجوع کرنا پڑتا ہے ۔ اور ترنگانو میں بھی یہ قانون موجود ہے ، مگر اس ترمیم کے ساتھ کہ سب سے پہلے معاملہ زیر غور پر مفتی اپنا فیصلہ تیار کرتا ہے ۔ وہ اس فیصلہ کی تیاری کے سلسلے میں مجلس کی کمیٹی سے مشورہ کر سکتا ہے ، مگر وہ اس کمیٹی کے مشورہ کو قبول کرنے پر مجبور نہیں ۔ بعض حالات میں مفتی کے فیصلے پر پوری مجلس نظر ثانی کرسکتی ہے ، مگر ایسی صورت میں والی ریاست سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس فیصلہ پر خود غور فرمائیں ۔

عملاً نہ تو مفتی ، جہاں وہ خود ھی فیصلہ کرنے کا مجاز ہے ، نہ مجلس جلد جلد فتویٰ جاری کرتی ہے ۔ اس لئے کہ اس سے سب بخوبی واقف ھیں کہ ملائی مسلمانوں کو ، بالخصوص انہیں جو مشرقی ساحل پر آباد ھیں ، مذھبی مسائل پر بحث و تمحیص سے بے حد دلچسپی ہے ۔ اور یہ نا پسندیدہ امر ہے کہ مفروضہ اور فروعی مسائل پر غیر معقول فتوے جاری کرکے تنازعات کو ھوا دی جائے ۔ بعض مفتیوں کو اس کا تجربہ ہے کہ ایسے فتاویٰ کو جو انہوں نے مفروضہ اور فروعی معاملات میں نجی افراد کے استفتاء پر جاری کئے تھے توڑا مروڑا گیا ہے ۔ اور ان کے متن کو حسب دلخواہ معنی پہنا کر ذاتی مفاد حاصل کئے گئے ھیں ، جس کی وجہ سے حکومت کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ جب شریعت اسلامی کے نکات سے متعلق کوئی تنازعہ دیوانی عدالت میں پیش ھوتا ہے تو فتووں کی مانگ بڑھ جاتی ہے ۔ ھر ریاست میں اس بات کی قانونی شق رکھی گئی ہے کہ اس قسم کے مسائل مستند عالموں سے رجوع کئے جائیں اور اس قسم کے استفسارات کا بہر صورت بلا کسی تامل کے جواب دیا جاتا ہے ، اس لئے یہ جوابات مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتے ھیں ۔

وفاقی حکومت اپنے اس عہد کا بڑا احترام کرتی ہے جو اس نے والیان ریاست کو دیا ہے کہ وہ اپنی اپنی ریاستوں میں مذھبی سربراہ ھونگے ۔ وفاقی حکومت ان کے ان اختیارات میں کبھی دخل اندازی نہیں کرتی ۔ وزیر اعظم ملایا نے بارھا اس امر کا اعلان کیا ہے (۲۳) کہ میں کوئی وفاقی محکمہ امور مذھبی قائم

کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتا - یوم استقلال سے قبل والیان ریاست کے صلاح و مشورے سے وفاقی حکومت نے انچے عبدالرحمن بن طالب کی صدارت میں (جو ان دنوں وزارت قدرتی وسائل کے نائب وزیر تھے) ایک کمیٹی مقرر کی تھی تاکہ مسلمانوں کے غیر سرکاری مذھبی مدارس کی مالی امداد کے بارے میں غور کیا جاسکے۔ آزادی کے بعد اس کمیٹی نے یہ سفارش کی تھی کہ جو مدارس مستحق سمجھے جائیں انہیں وفاقی حکومت کی جانب سے مالی امداد دی جائے۔ کمیشن کی اس سفارش کو وفاقی حکومت نے اصولی طور پر تسلیم کرلیا تھا۔ لیکن اس پر عمل درآمد کرنے کے سلسلہ میں تاخیر ھوئی ؛ اس لئے کہ وفاقی حکومت کے پاس کوئی ایسا عہدہ‌دار نہ تھا جو حکومت کو مشورہ دیتا کہ کون کون سے مدارس کتنی کتنی امداد کے مستحق ھیں - حال ھی میں وفاقی حکومت نے ایک دینی عالم کا '' رابطہ افسر برائے امداد غیر سرکاری مسلم مذھبی مدارس '' کی حیثیت سے تقرر کیا ھے تاکہ وہ افسر وزارت تعلیم کو کمیٹی کی رپورٹ پر عمل درآمد کے سلسہ میں مشورے دے سکے - وفاقی حکومت نے ، بہر حال ، خاص طور پر اس امر کی بخوبی وضاحت کردی ھے کہ اس افسر کا فرض مذھبی مدارس کا معائنہ کرنا ھوگا ، تاکہ جو مدارس مالی امداد کے مستحق قرار دئے جانے کے لائق ھوں ، ان کے بارے میں تشفی کرلی جائے ، مثلاً ان مدارس کا تعلیمی معیار کیا ھے ؟ آیا جو امداد دی گئی ھے وہ صحیح اور جائز طور پر خرچ ھو رھی ھے یا نہیں ؟ (۲۳) - یہ اس کے فرائض میں داخل نہیں کہ وہ وفاقی حکومت کو مسلمانوں کے مذھبی معاملات میں مشورے دے ، نہ حکومت یہ چاھتی ھے کہ وہ والیان ریاست کے ان معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے ، جو وہ اپنے علاقوں میں بحیثیت مسلم مذھبی سربراہ کے کرتے رھے ھیں - جہاں تک ملسمانوں کی مذھبی تعلیم کا تعلق ھے وفاقی حکومت پر مسلم عوام کی جانب سے بے حد دباؤ پڑا ھے کہ وہ غیر سرکاری مسلم مدارس کا معیار تعلیم بلند کرے ، اس لئے کہ حکومت آخر غیر سرکاری عیسائی تبلیغی مدارس کی بھی مالی امداد کرتی ھے - اس قسم کے مطالبات کو پورا کرتے وقت وفاقی حکومت کو ان نازک تعلقات کو بہ طور خاص ملحوظ رکھنا پڑتا ھے ، جو مذھبی امور کے سلسلہ میں والیان ریاست سے قائم ھیں - وفاقی حکومت نے کلانگ (Klang) کے

مسلم کالج کو ۱۹۵۶ء میں ۱۵ هزار ڈالر کی مالی امدد دی تهی - پهر سنہ ۱۹۵۷ء میں بهی اتنی هی رقم دی گئی - اور سنہ ۱۹۵۸ء میں اس امداد کو بڑھا کر ۵۰ ہزار ڈالر تک کردیا گیا تھا - سنہ ۱۹۵۹ء میں حکومت سنگاپور نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ سنگاپور میں مسلمانوں کے غیر سرکاری مذہبی مدارس کو دس ڈالر فی طالب علم سالانہ کے حساب سے مالی امداد کا ارادہ رکھتی ہے - اس فیصلہ کا اثر وفاقی علاقہ میں پڑنا لازمی تھا - جہاں بعض مذہبی انتہا پسند یہ کہنے سے کہاں چوک سکتے تھے کہ ایک ایسے ملک کو جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے، ایک ایسے ملک پر رشک کرنا چاہئے اور اس کی تقلید میں کوتاهی نہیں برتنی چاہئے جہاں اسلام کو کوئی دستوری حیثیت و اهمیت حاصل نہیں اور جہاں کل آبادی کا صرف نو فیصدی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے -

مذہبی رواداری

ملایا کے باشندوں کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ روادار مسلمان هیں - بعض ریاستی قوانین میں کچھ ایسے دفعات ضرور هیں جن کی وجہ سے غیر مسلم تو رہے ایک طرف، خود مسلمانوں کے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ھوگئی ھیں - مثال کے طور پر اگر مندرجہ ذیل حرکتیں مسلمانوں سے سرزد هوں تو انهیں ریاستی قانون کی رو سے قابل تعزیر مجرم قرار دیا جاتا ہے - اور ان جرائم کی پاداش میں سزائے جرمانہ اور بعض جرائم کی پاداش میں قید و جرمانہ دونوں سزائیں دی جاتی هیں :-

(الف) جمعہ کی نماز مسجد میں ادا نہ کرنا -

(ب) بر سر عام نشہ‌آور چیز کا استعمال -

(ج) ماہ رمضان میں (جسے ملایا میں پواسا Puasa کہتے هیں) دن کے وقت کھانا پینا -

(د) رمضان یا هاری رایا حاجی (بقر عید) یا هاری رایا فطرہ (عیدالفطر) کے دنوں کے تعین کے سلسلہ میں والی ریاست کے فرمان کی خلاف ورزی کرنا -

(ہ) کسی عورت کا اپنے شوہر کے جائز اور قانونی حکم کا ارادةً نہ ماننا۔

(و) کسی مسلمان مرد کا کسی خلوت گاہ میں کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہا اور مشکوک قربت کی حالت میں پایا جانا یا کسی مسلم عورت کا اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرنا۔

(ز) کسی مسلم عورت کا کسی خلوت گاہ میں تنہا اور مشکوک قربت کی حالت میں ایسے مرد کے ساتھ پایا جانا جو مذہب اسلام کا پیرو نہ ہو۔

(ح) سرکاری اجازت حاصل کئے بغیر اپنے گھر کی چہار دیواری سے باہر اور اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے مذہب اسلام کے کسی عقیدے کی تدریس و تبلیغ۔

(ط) شریعت اسلامی کے منافی کسی اسلامی نظریئے کی تبلیغ یا تدریس۔ یا کوئی ایسی رسم ادا کرنا یا کسی ایسے فعل کا مرتکب ہونا، جو شریعت اسلامی کے منافی ہو۔

(ی) کوئی ایسی کتاب یا دستاویز طبع کرنا یا شائع کرنا جس میں کسی اسلامی قانون یا عقیدے یا ملایا کے رواجی قانون کے بارے میں کسی عدالتی فیصلے یا فتوے پر تنقید ہو یا تنقید کی کوشش کی گئی ہو اور اس تنقید میں ایسی باتیں درج ہوں جو اسلامی شریعت یا عقائد یا قانونی طور پر جاری کئے ہوئے فتوے کے منافی ہوں۔

(ک) قرآن کا بیجا استعمال کرنا۔

(ل) کسی مسلمان کو اس کے مذہبی فرائض نہ بجا لانے پر اکسانا، اور

(م) زکواۃ یا فطرہ ادا نہ کرنا۔

مندرجہ بالا مثالیں سلانگور کے مسودہ قانون نمبر ۳ مجریہ سنہ ۱۹۵۲ء سے لی گئی ہیں۔ ملایا کی بیشتر ریاستوں کے قوانین بھی اسی جیسے ہیں۔ غیر مسلموں کے علاوہ مسلمانوں نے بھی ان قوانین پر نکتہ چینی کی ہے اور یہ اعتراض کیا ہے کہ ملایا کی ریاستی حکومتوں نے مذہبی امور کے بارے میں قانون سازی کی کوشش کی ہے، حالانکہ اسلامی شریعت کی رو سے یہ امور مابین اللہ و عبدہ (خدا اور اس کے بندے کے درمیان) ہیں(۲۵) - اس کا جواب

بہر حال یہ دیا جاتا ہے کہ ان قوانین کو ان مسلمانوں کے شدید اور مسلسل مطالبات کو پورا کرنے کے لئے نافذ کیا گیا ہے جو اپنے ہم مذہب مسلمانوں کو علانیہ تعلیمات اسلامی کی خلاف ورزی کرتا ہوا دیکھکر دلگیر ہوتے ہیں- مثلاً لوگوں کا برسر عام شراب پینا، یا رمضان کے روزوں کے دوران دن کے وقت کھانا پینا۔ چنانچہ مسلم قائدین نے اپنا یہ اسلامی فرض محسوس کیا کہ وہ اس قسم کے قوانین کا مطالبہ کریں۔

سنہ ۱۹۵۸ء کے اوائل میں وفاقی قانون ساز کونسل میں ایک مسلم رکن نے یہ تحریک پیش کی کہ " کونسل کی رائے میں وفاقی حکومت کی سرکاری تقریبات میں شراب پیش کرنا قطعاً بند کردینا چاہئے " (۲۶) چنانچہ بحث و تمحیص کے بعد مندرجہ ذیل تحریک پیش کی گئی اور کامیاب ہوئی۔ " کونسل کی رائے میں وفاقی حکومت کی تمام سرکاری تقریبات میں مسلم مدعوئین کو شراب پیش نہیں کی جانی چاہئے "۔ گویا ترمیمی تجویز اور اصل تجویز میں فرق یہ تھا کہ سرکاری تقریبات میں شراب پیش کی جاسکتی ہے، لیکن مسلمانوں کو اس قسم کی مشروبات پیش نہ کی جائیں۔ عزت مآب داتو حاجی یحیٰی نے پہلی تجویز کی تائید میں تقریر کرتے ہوئے کہا، اور وہ یقیناً اس وقت کئی ایک مسلم رہنماؤں کے احساسات کی ترجمانی کر رہے تھے، کہ " یہ بہت کافی ہوگا اگر میں اپنی اسلامی حکومت کو محض یہ یاد دلادوں کہ اگر اسلامی تعلیمات اور شرعی قوانین کو نظر انداز کیا گیا اور ان اعمال و افعال کے ذریعہ اسلام کے وقار کو صدمہ پہنچایا گیا جو شرعاً ناجائز ہیں، مثلاً اسلامی حکومت کی آمدنی کو ان چیزوں پر صرف کیا گیا جن کی ممانعت اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمادی ہے، خواہ یہ صرف غیر مسلموں کے لئے تقریبات کے موقع پر ہو، تو ایسی صورت میں آزاد وفاق حکومت کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے آپ کو ایک اسلامی حکومت قرار دے۔ ہماری ریاست کو سرکاری طور پر ایک اسلامی ریاست تسلیم کیا جاچکا ہے۔ اس لئے ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو اسلامی قوانین کا احترام کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک اسلامی حکومت کی جانب سے منعقد کی ہوئی تقریب بغیر شراب سے تواضع کئے ہوئے بھی عمدہ اور کامیاب ثابت ہوسکتی ہے۔ اسلامی حکومت پاک اور طاہر ہے۔ اگر ہم اسلام کے قوانین کی عظمت

و تقدیس پر حرف لائیں گے تو مجھے یقین ہے کہ یہ حکومت اس قادر مطلق کی نظر میں معتوب ٹھہرے گی جو ہمارے ملک میں المناک حالات پیدا کرنے اور اپنا قہر نازل کرنے کی قوت رکھتا ہے'' (۲۷)۔

گو اتحاد (Alliance) پارٹی نے اس بات پر بے حد اصرار کیا کہ دستور میں اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دینے کا اعلان کیا جائے، تاہم اس نے اس پر کوئی زور نہیں دیا تھا کہ وفاقی دستور میں دستور پاکستان کی طرح یہ اعلان کیا جائے کہ ریاست ایک اسلامی ریاست ہوگی - وفاقی مجلس قانون ساز میں شراب پر بحث کے دوران وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان نے مذہب کو درمیان میں لانے پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا: '' میں یہ بات قطعی طور پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ یہ ملک اسلامی ریاست نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے - ہم نے دستور میں محض یہ بات شامل کی ہے کہ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا ''۔ آگے چلکر انھوں نے فرمایا '' سب کو اس کا بخوبی علم ہے کہ پشت ہا پشت سے اس ملک میں مختلف نسلوں اور قوموں کے افراد متوطن ہیں اور انھوں نے اس سارے طویل عرصہ میں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا ہے''۔ (۲۸)

سب کے لئے مکمل مذہبی آزادی برتتے ہوئے ایک روادار، لادینی ریاست کی حیثیت سے ملایا کے قیام اور اس کی بقاء کے لئے حکومت اور حزب مخالف کے اعلیٰ تدبر اور بیدار مغزی کی ضرورت ہوگی - اس لئے کہ بعض اوقات اس بات کی ترغیب کے اسباب موجود ہوتے ہیں کہ ووٹروں میں سب سے اہم فرقے، یعنی مسلمانوں، کی حمایت کرلے کے لئے ملایا میں اسلامی ریاست کے قیام کی خواہشات کو پروان چڑھایا جائے -

حواشی

(۱) برطانوی عہد میں ملایا میں ۹ (نو) دیسی ریاستیں تھیں - ان کے علاوہ سنگاپور، پنانگ اور ملاکا کی بندرگاہیں براہ راست برطانوی قبضے میں تھیں - ملایا کو آزادی دیتے وقت انگریزوں نے سنگاپور کو علیحدہ کردیا تھا اور اس پر اپنا براہ راست قبضہ جاری رکھا تھا - اب ملیشیا

کے وفاق کی شکل میں سنگاپور اور اس کے ساتھ ھی بورنیو کے دو علاقے سباح اور سراوق ملایا سے ملا دئیے گئے ھیں - اس نئے وفاق کا فوری اثر موضوع زیر بحث پر بہت کم پڑا ھے -

(۲) یہ ان افراد پر مشتمل تھا :- (۱) رائٹ آنریبل لارڈ ریڈ، ایل، ایل، ڈی ایف، آر، ایس، ای - لارڈ آف اپیل ان آرڈنری — صدر - (۲) سر آئور جننگس، کیو ، سی - لٹ ، ڈی - ایل، ایل، ڈی - ماسٹر آف ٹرنٹی ھال، کیمرج - (۳) رائٹ آنریبل سر ولیم میکل، جی، سی، ایم، جی، کیو، سی- سابق گورنر جنرل، آسٹریلیا - (۴) مسٹر بی، ملک سابق چیف جسٹس، الہ آباد ھائی کورٹ - اور (۵) مسٹر جسٹس عبدالحمید، مغربی پاکستان ھائی کورٹ -

یہ کمیشن ملکہ معظمہ اور ملایا کے والیان ریاست کی کانفرنس نے مقرر کیا تھا - تاکہ یہ دولت مشترکہ کے اندر مکمل طور پر خود مختار اور آزاد وفاق ملایا کے دستور کے لئے سفارش پیش کرے -

(۳) یہ اتحاد تین سیاسی جماعتوں پر مشتمل ھے :- (۱) ملائی مسلمانوں کی قومی تنظیم (United Malay National Organisation) جس کا مخفف (UMNO) (۲) ملایا کے چینیوں کی جماعت (Malayan Chinese Association) جس کا مخفف ھے (M C A) اور (۳) ملایا کے ھندوستانیوں کی کانگریس (Malayn Indian Congress) جس کا مخفف ھے (MIC) چنانچہ یہ اتحاد UMNO-MCA-MIC-Alliance یا مختصراً محض (Alliance) کہلاتا ھے -

(۴) ریڈ کمیشن رپورٹ سنہ ۱۹۵۷ء ، اختلافی نوٹ از مسٹر جسٹس عبدالحمید ، پیرا گراف نمبر ۱

(۵) ملائی زبان میں ان کا لقب :- ینگ ڈی پرتوان اگونگ (Yang di Pertuan Agong) ھے یعنی سلطان معظم - ان کی دستوری حیثیت "مشروط سلطان" Constitutional Monarch کی سی ھے -

(۶) سنہ ۱۹۴۹ء میں والیان ریاست کی کانفرنس نے ایک مجلس قائمہ

بنائی تھی جس کے صدر تھے : مہر شاھی کے محافظ (Keeper of the ruler's seal) اور ارکان تھے :—

ھر ملایا کی ریاست کے دو نمائندے اور (سنہ ۱۹۵۸ء کے بعد سے) دو نئی شامل شدہ ریاستوں ' یعنی پنانگ اور ملاکا ، کے دو نمائندے ۔ اس مجلس قائمہ کا کام یہ تھا کہ والیان ریاست کی کانفرنس کو سارے وفاق میں جہاں جہاں ممکن ھو مذھبی امور میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے مشورہ دے اور ان امور پر بھی کانفرنس کو مشورہ دے جن کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ اس سے مشورہ طلب کیا جائے ۔ یہ مجلس قائمہ سال میں کوئی چار مرتبہ اپنا اجلاس منعقد کرتی ھے اور اس کی ھر وہ سفارش جو کانفرنس قبول کرتی ھے ، اسے بخوبی ریاست میں نافذ کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے سے قبل یہ ضروری ھوتا ھے کہ متعلقہ ریاست کے سربراہ سے اسے منظور کرایا جائے ۔ یہ کمیٹی ابھی تک موجود ھے ۔

(۷) ملایا کے ریاستی دستوروں کی رو سے اسلامی تعلیم ' تبلیغ اور وعظ و رشد کے لئے ایسے اجازت نامے حاصل کرنا ضروری ھے اور بالعموم ایک ریاست کا اجازت نامہ دوسری ریاست میں نہیں چلتا ۔ ملاحظہ ھو اس مقالہ کا صفحہ .....

(۸) گو' پنانگ اور ملاکا کے علاوہ دوسری ریاستوں کے دستوروں کی رو سے صرف ملائی مسلمان ھی ریاست کے سکریٹری مقرر ھوسکتے ھیں ۔

(۹) فروری سنہ ۱۹۵۹ء کو ریاستی کونسل کی جانب سے منظور کردہ قانون انصرام شریعت مجریہ سنہ ۱۹۵۹ء کی دفعہ نمبر ۱۵۶، شق نمبر ۲ ۔ اس ضابطہ کی رو سے کوئی شخص جو مسلمانوں میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذھب کی تبلیغ و تلقین کا مرتکب ھوگا اس پر عام دیوانی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا ۔ اس جرم کی سزا ایک سال قید یا زیادہ سے زیادہ تین ہزار ڈالر جرمانہ مقرر کی گئی ھے ۔ پنانگ کی حکومت بھی اس قسم کا قانون نافذ کرنے کے بارے میں غور کر رھی ھے ۔

(۱۰) مثال کے طور پر سلانگور کے قانون انصرام شریعت ' مجریہ ۱۹۵۲ء کے دفعات ۱۶۶ اور ۱۶۷ ۔

(۱۱) یہ بھی ابھی تک سرکاری زمین پر ہے۔

(۱۲) پنانگ اور ملاکا میں یہ دونوں قوانین ابھی تک نافذالعمل ہیں ۔

(۱۳) آزادی سے پہلے انہیں ریزیڈنٹ کمشنر مقرر کرتا تھا اور آزادی کے بعد وفاق کے سربراہ اعلیٰ ان کا تقرر کرتے ہیں ۔

(۱۴) اس قسم کی نظرثانی کی شاذ و نادر ہی نوبت آتی ہے ۔ لیکن ۱۹۳۹ء میں ملاکا کے قاضی کے اس فیصلہ کو جس کی رو سے دفعہ (۲۰) کے تحت ایک عورت کو "نشوز" (خاوند کے حکم سے سرتابی) کا مجرم قرار دیا گیا تھا ، ریزیڈنٹ کمشنر نے کا لعدم قرار دیکر بدل دیا تھا ۔

(۱۵) نئی ریاستوں میں سے ہر ریاست کا گورنر کوئی غیر مسلم ہو سکتا ہے لہٰذا موجودہ دستور سازوں نے سوچا کہ یہ بات انتہائی غیر مناسب ہوگی کہ ملائی ریاستوں کے والیوں کی طرح وہ گورنر ریاست میں اسلام کے سربراہ ہوں ۔

(۱۶) صرف پنانگ میں بورڈ کی نگرانی اور تولیت میں جو جائداد اور ملکیت ہے اس کی مجموعی قیمت ستر لاکھ ڈالر ہے ۔ ان جائدادوں کی سالانہ آمدنی بہ تفصیل ذیل ہے :— مسلم اوقاف ، ایک لاکھ دس ہزار ڈالر اور ہندؤں کے اوقاف ، بائیس ہزار ڈالر ۔ کل میزان ، ایک لاکھ بتیس ہزار ڈالر ۔

(۱۷) وفاقی دستور نے ان لوگوں کے لئے جو وفاق میں سرکاری ملازم ہیں اسی قسم کا ضابطہ مقرر کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو دفعہ نمبر ۱۳۶ ۔

(۱۸) پاھنگ کے بارے میں یہ قول صرف اسی وقت سے درست ہے، جب سے پاھنگ کا قانون انصرام شریعت نمبر ۵، مجریہ سنہ ۱۹۵۶ء ، نافذالعمل ہوا ہے ۔

(۱۹) یہاں صرف مجلس ہی روزمرہ کے نظم و نسق کی ذمہ دار ہے ۔ لیکن حال ہی میں ایک سرکاری کمیٹی نے محکمہ امور مذہبی کے قیام کی سفارش کی ہے ۔

(۲۰) تجزیہ کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ (الف) ۔

(۲۱) ان اعداد و شمار میں ان رقومات کو شامل نہیں کیا گیا ہے جو زکواۃ اور فطرہ سے وصول ہوئی تھیں - اور شرعی قانون کی رو سے، ریاستی مجلس قانون ساز کی اجازت و منظوری لئے بغیر خرچ کی جاتی ہیں -

(۲۲) ملاکا کی ریاست کا ارادہ ہے کہ وہ ایک محکمہ امور مذہبی قائم کرے اور اس مقصد کے لئے وہاں کی حکومت نے سنہ ۱۹۵۹ء کے تخمینوں میں ایک لاکھ تیرہ ہزار سات سو اٹھارہ ڈالر کی رقم شامل کی ہے -

(۲۳) ملاحظہ ہو (*Straits Times*) روزنامہ اخبار اسٹریٹس ٹائمز، سنگاپور، مورخہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء -

(۲۴) دستور کے تحت تعلیم وفاقی حکومت کے اور مذہب ریاستی حکومتوں کے دائرہ اختیار میں ہے -

(۲۵) مثلاً سنہ ۱۹۵۳ء میں پرلس میں تقریباً ۲۰ مسلمانوں نے ریاستی حکومت کے مقرر کردہ عاملوں کو زکواۃ اور فطرہ ادا کرنے کی بجائے جیل جانے کو ترجیح دی - نگری سمبیلان کے بعض علاقوں میں بھی اس کے خلاف رائے عامہ موجود تھی - عدم ادائیگی کے سلسلے میں یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ قرآن مسلمانوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ زکواۃ اور فطرہ کی رقم کسی بھی مستحق کو دے سکتے ہیں - یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ رقم کسی مخصوص آدمی یا تنظیم کو دی جائے - حال ہی میں ملاکا کے مفتی نے اسی قسم کی دلیل پیش کرتے ہوئے ملاکا کی ریاستی حکومت کے سامنے پرزور احتجاج کیا ہے -

(۲۶) مجلس قانون ساز میں بحث مورخہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۵۸ء کی سرکاری روئیداد (ملاحظہ ہو کالم ۳۶۱۵) -

(۲۷) ایضاً - مورخہ یکم مئی سنہ ۱۹۵۸ء (ملاحظہ ہو کالم ۳۶۳۱) -

(۲۸) ایضاً - ملاحظہ ہو کالم ۳۶۷۱ تا ۳۶۷۲ -

ضمیمہ الف

امور مذہبی پر خرچ کا تخمینہ بابت سنہ ۱۹۵۸ء

نام ریاست	تخمیناً مسلم آبادی جون سنہ ۱۹۵۷ء	مذہبی امور پر خرچہ (زکواۃ اور فطرہ اس میں شامل ہے)	کل خرچہ	ریاست کے کل خرچ کا فیصد	مذہبی امور پر خرچ فی مسلمان
پرلس	۷۱۲۶۸	ڈالر ۱۳۱۷۱۳	ڈالر ۲۰۳۷۲۵۳	۶٫۹%	۱٫۹۸ ڈالر
قدح	۳۷۵۷۳۷	” ۱۱۶۲۸۰۹	” ۱۶۶۸۷۶۳۰	۷٫۳%	۲٫۶۵ ڈالر
پنانگ	۱۶۵۰۸۱	—	—	—	—
پیراق	۳۸۳۸۷۸	” ۱۲۳۳۳۵۰	” ۳۷۹۲۰۵۷۰	۳٫۲%	۲٫۵۳ ڈالر
سلانگور	۲۹۱۳۹۳	” ۱۱۳۰۲۷۱	” ۳۵۰۸۰۳۸۰	۳٫۲%	۳٫۸۷ ڈالر
نگری سمبیلان	۱۰۱۳۲۶	” ۳۸۳۷۹۹	” ۱۳۳۲۰۵۵۰	۲٫۸%	۲٫۵۳ ڈالر
ملاکا	۱۳۳۲۰۴	—	—	—	—
جوہور	۳۳۳۹۰۷	” ۲۱۳۳۶۰۷	” ۳۰۲۹۹۰۳۱	۷٫۱%	۳٫۹۷ ڈالر
پاہنگ	۱۷۹۱۱۳	” ۳۶۷۴۱۸	” ۱۲۲۷۶۵۶۳	۳٫۷%	۲٫۶۰ ڈالر
ترنگانو	۲۰۶۰۲۳۹	” ۶۷۹۷۲۱	” ۱۰۳۶۷۰۰۸	۶٫۳%	۲٫۶۵ ڈالر
کیلنتن	۳۶۲۲۹۲	” ۳۳۹۳۲۲	” ۸۹۳۶۳۷۰	۳٫۹%	۵٫۷۵ ڈالر